

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ابتدائی حالات:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے سترہ سال پہلے پیدا ہوئے تھے یعنی وہ علی رضی اللہ عنہ سے چھ سال چھوٹے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماں، ہند بنت عتبہ کی شادی اول فاکہ بن مغیرہ قریشی سے ہوئی تھی۔ فاکہ کو ایک مرتبہ اپنی بیوی کی عصمت و پاک دامنی کے متعلق شبہ گزرا، اس نے ہند کو ٹھوکر مار کر گھر سے نکال دیا۔ اس کا لوگوں میں چرچا ہوا اور ہند کے باپ عتبہ نے بیٹی سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ صاف بتاؤ۔ اگر فاکہ تم کو متہم کرنے میں سچا ہے تو ہم کسی شخص سے کہہ دیں گے، وہ فاکہ کو قتل کر دے گا اور ہم بدنامی سے بچ جائیں گے لیکن اگر وہ جھوٹا ہے اور بلا وجہ بدنام کرتا ہے تو ہم اس معاملہ کو کسی کا بہن کی طرف رجوع کریں گے۔ ہند نے اپنی برائت و بے گناہی ثابت کرنے کے لیے قسمیں کھائیں اور الزام سے قطعی انکار کیا۔ عتبہ کو جب بیٹی کی بے گناہی کا یقین آ گیا تو اس نے فاکہ بن مغیرہ کو مجبور کیا کہ وہ بنی مخزوم کے تمام لوگوں کو ہمراہ لے کر یمن کے کسی کا بہن کے پاس چلے۔ اسی

① صحیح مسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح المحقق الالبانی رحمہ اللہ، کتاب المناقب و الفضائل، حدیث ۶۱۴۰۔

نوٹ: اہل بیت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں۔

② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدأ غریباً

طرح عتبہ بن ربیعہ بھی اپنے ہمراہ عہد مناف کے چند لوگوں اور ہندکو مع اس کی ایک سہیلی کے لے کر روانہ ہوا۔ کاہن کے پاس ان لوگوں نے پہنچ کر کہا کہ ان دونوں عورتوں کے معاملہ کی طرف توجہ کیجیے۔ کاہن اول ہند کی سہیلی کے پاس گیا اور اس کے دونوں موٹھوں پر کچھ ضریریں لگا کر کہا کہ اٹھ، پھر ہند کے پاس آیا اور اس کو بھی مار کر کہا کہ اٹھ، نہ تجھ سے کوئی بدی سرزد ہوئی ہے نہ تو نے زنا کیا ہے اور تو ایک بادشاہ کو جنے گی جس کا نام معاویہ ہوگا۔ فاکہ نے یہ سن کر ہند کا ہاتھ پکڑ لیا مگر ہند نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا کہ اگر میرے پیٹ سے کوئی بادشاہ ہونے والا ہے تو وہ تیرے نطفہ سے نہ ہوگا۔ چنانچہ اس تصدیق بے گناہی کے بعد ہند نے فاکہ سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ اس کے بعد ابوسفیان بن حرب جلیلو نے ہند سے شادی کر لی اور معاویہ جلیلو پیدا ہوئے۔

معاویہ جلیلو کی پیدائش کے وقت ابوسفیان جلیلو کی عمر چالیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ ابوسفیان جلیلو نبی اکرم ﷺ سے دس سال عمر میں بڑے تھے۔ امیر معاویہ جلیلو میں لڑکپن ہی سے ایسی علامات پائی جاتی تھیں جس سے لوگ ان کو کسرائے عرب کہتے تھے۔ ان کی دانائی، خوش تدبیر، سلامت روی اور اعتدال پسندی کی خاص طور پر شہرت تھی۔ وہ طویل القامت، سرخ و سفید رنگ، خوبصورت اور مہیب آدمی تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے امیر معاویہ جلیلو کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ عرب کے کسری ہیں۔ ① جس روز معاویہ تم میں سے اٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سرجموں سے جدا کیے جائیں گے۔ آخر عمر میں امیر معاویہ جلیلو کا پیٹ کسی قدر بڑھ گیا تھا اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ سناتے تھے۔ بیٹھ کر خطبہ سناتے کی ابتداء امیر معاویہ جلیلو ہی سے ہوئی۔ امیر معاویہ جلیلو خوب پڑھے لکھے آدمی تھے۔ فتح مکہ کے روز اپنے باپ ابوسفیان جلیلو کے ہمراہ آ کر پچیس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور پھر وفات نبوی ﷺ تک نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہے۔ جنگ حنین اور محاصرہ طائف میں بھی شریک تھے۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ مکہ میں تشریف لا کر عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو امیر معاویہ جلیلو بھی نبی ﷺ کے ہمراہ مدینہ میں آئے اور کاتب وحی مقرر ہوئے۔ کتابت وحی کی خدمت کے علاوہ باہر سے آئے ہوئے وفود کی مدارات اور ان کے قیام و طعام کا اہتمام بھی نبی اکرم ﷺ کی طرف سے امیر معاویہ جلیلو کو سپرد تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق جلیلو خلیفہ اول نے جب امیر معاویہ جلیلو کے بھائی یزید بن ابی

سفیان بن عیینہ کو ایک لشکر کے ساتھ شام کی طرف بھیجا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک دستہ فوج دے کر ان کا کمکی مقرر کیا۔ فتوحات شام میں انہوں نے اکثر لڑائیوں کے اندر بطور مقدمہ الجھیش کا رہائے نمایاں انجام دیے اور اپنی شجاعت و مردانگی کا سکہ دلوں پر بٹھایا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو علاقہ اردن کا مستقل حاکم مقرر کیا۔ طاعون عمواس میں جب ابوعبیدہ اور یزید ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما وغیرہ صحابی فوت ہو گئے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کے بھائی یزید رضی اللہ عنہ کی ولایت دمشق کا والی مقرر فرمایا۔ علاقہ اردن اور دوسرے اضلاع بھی ان کی حکومت میں شامل رہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کا استقبال کیا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہم رکاب رہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کہ تم نے شاہانہ شان و شکوہ اختیار کی ہے اور سنا ہے کہ تم نے دربان بھی مقرر کیے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ملک شام کی سرحدوں پر قیصر کی فوجوں کا اجتماع اور حملہ آوری کا ہمیشہ خطرہ رہتا ہے۔ قیصر کے جاسوس ملک شام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ قیصر اور عیسائیوں کو مرعوب رکھنے کے لیے ظاہری شان و شوکت اور قیصر کے جاسوسوں سے محفوظ رہنے کے لیے دربانوں کو ضروری سمجھتا ہوں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس جواب کو معقول سمجھ کر پھر کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بحری حملے کی اجازت طلب کی کہ قسطنطنیہ پر بحری حملہ کیا جائے اور بحر روم کے جزیروں کو بھی فتح کر لیا جائے لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو اس کی اجازت نہیں دی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمام ملک شام اور اس کے متعلقات کا حاکم بنا دیا۔ بحری فوج تیار کرنے کی بھی اجازت دے دی۔ ان کے اختیارات کو بھی وسیع کر دیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام ملک شام پر قابض و متصرف ہو کر اس ملک میں حکومت اسلامیہ کو خوب مضبوط و مستحکم کیا اور ہمیشہ قیصر روم کو اپنی طرف سے خائف و مرعوب رکھ کر اس کا موقع نہیں دیا کہ عیسائی لوگ اسلامی ممالک پر حملہ آوری کی جرأت کر سکیں۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جو کچھ کیا، اس کا ذکر پہلی جلد میں آچکا ہے۔ ربیع الاول سنہ ۴۱ھ کے آخری عشرہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان مصالحت ہوئی اور تمام عالم اسلامی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کو خلیفہ وقت تسلیم کیا۔ اس وقت یعنی ربیع الاول سنہ ۴۱ھ تک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال اور زندہ رہے۔ ان کی حکمرانی کا کل زمانہ چالیس سال

کے قریب ہے۔ اس چالیس سال کے نصف اول میں وہ ایک صوبہ دار یا گورنر تھے اور نصف آخر میں خلیفہ۔ نصف اول کے مجمل حالات اور اہم واقعات پہلی جلد میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس جگہ ہم کو ان کے حالات بحیثیت خلیفہ یعنی نصف آخر کے واقعات بیان کرنے ہیں اور ان کا نام بطور خلیفہ زریب عنوان کیا گیا ہے۔

فضائل و خصائل:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک سوتریٹھ (۱۶۳) احادیث مروی ہیں۔ جن کو بعد میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابوالدرداء وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ابن المسیب وحید بن عبدالرحمن وغیرہ تابعین رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔ آپ کے فضائل میں بھی بہت سی احادیث مشہور ہیں۔ ترمذی نے احادیث حسن کے ذیل میں لکھا ہے کہ نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا کہ ”الہی! معاویہ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا کر دے۔“^① مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”الہی! معاویہ کو حساب و کتاب سمجھا اور عذاب سے بچا۔“^② خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ کو خلافت کی اس وقت سے امید تھی جب کہ نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ جب تو بادشاہ ہو جائے تو لوگوں سے بہ حسن سلوک پیش آنا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ میں آئے اور یہاں چند روز ٹھہرے۔ ایک روز عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے کہ ابوققادہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی اس طرف آئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھ سے ملنے کے لیے تمام لوگ آئے مگر انصار نہیں آئے۔ ابوققادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس سواری نہیں ہے، اس لیے نہیں آ سکے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے اونٹ کیا ہوئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے اور تمہارے باپ کے تعاقب میں ہمارے سارے اونٹ تھک گئے ہیں، پھر کہنے لگے کہ ہم نے نبی اکرم رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ ”میرے بعد ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ حق دار کے مقابلہ میں غیر حقدار کو ترجیح دیں گے۔“^③ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر ایسی حالت کی نسبت نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے کچھ فرمایا ہے کہ کیا

① جامع ترمذی المحقق الالبانی رحمہ اللہ، ابواب المناقب۔

② فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم مسند امام احمد بن حنبل بحوالہ حکمران صحابہ رضی اللہ عنہم الشیخ محمود غصنفر۔

③ صحیح بخاری، کتاب الفتن، حدیث ۷۰۵۷۔

کرنا چاہیے؟ ابوقاؤدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس نسبت کی حالت ارشاد فرمایا کہ صبر کرنا چاہیے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس پھر تم صبر کرو۔

قریش میں سے ایک جوان آدمی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کو برا بھلا کہنے لگا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی بدزبانی سن کر فرمایا کہ میرے بھتیجے! اس حرکت سے باز آ جا، کیونکہ بادشاہ کا غصہ بچے کا سا ہوتا ہے اور اس کا مواخذہ شیر کا سا۔ شععی کا قول ہے کہ عاقلان عرب چار ہیں: معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ اور زیاد رضی اللہ عنہ۔ معاویہ رضی اللہ عنہ حلم و خردمندی کی وجہ سے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مشکلات پیش آمدہ کے سمجھانے کی قابلیت کے سبب سے، مغیرہ رضی اللہ عنہ اوسان خطا نہ ہونے کی وجہ سے اور زیاد ہر چھوٹی بڑی بات میں۔ نیز قاضی بھی چار ہیں: عمر، علی، ابن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر قرآن و تفقہ فی الدین کا عالم اور طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر بغیر سوال کے عطا کرنے والا اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر حلیم و عقیل اور عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر خالص دوست میں نے نہیں دیکھا۔ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک روز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر ازراہ خوش طبعی کہا کہ دیکھو! یہ عقیل ہیں۔ ان کا چچا ابولہب تھا۔ عقیل رضی اللہ عنہ نے فوراً جواب میں کہا کہ دیکھو! یہ معاویہ ہیں۔ ان کی پھوپھی حماتہ انکھب تھی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا حلم غصہ کے لیے تریاق تھا اور ان کی سخاوت زبانوں پر قفل لگا دیتی تھی۔ ان کو دلوں کو جوڑنا خوب آتا تھا اور یہی ان کے استحکام حکومت کا سبب ہوا۔ ایک روز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ علی (رضی اللہ عنہ) کے مقابلے میں مجھ کو جو کامیابی حاصل ہوئی، اس کے چار سبب ہیں: اول یہ کہ میں اپنے راز کو مخفی رکھتا تھا اور علی (رضی اللہ عنہ) تمام باتیں لوگوں پر ظاہر کر دیتے تھے۔ دوم یہ کہ میرے پاس فرماں بردار فوج تھی اور علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس نافرمان لوگ تھے۔ سوم یہ کہ میں نے جنگ جمل میں مطلق حصہ نہیں لیا اور چہارم یہ کہ میں قریش میں مقبول تھا اور علی (رضی اللہ عنہ) سے لوگ ناراض تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اہم واقعات:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو عالم اسلام میں عقائد و اعمال کے اعتبار سے تین قسم کے لوگ موجود تھے۔ پہلا گروہ حبیبان علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کو مستحق خلافت سمجھتے اور

اب ان کے بعد ان ہی کی اولاد کو منصب خلافت کا حق دار مانتے تھے۔ یہ گروہ عراق و ایران میں زیادہ آباد تھا اور مصر میں بھی اس خیال کے لوگ بکثرت پائے جاتے تھے مگر حسن بن علیؑ کے خلافت کو چھوڑ دینے اور امیر معاویہ بنی امیہ کے ساتھ صلح کر لینے سے اس گروہ کی تعداد پہلے سے بہت کم ہو گئی تھی۔ دوسرا گروہ شیعان معاویہ بنی امیہ کا تھا۔ اس گروہ میں تمام ملک شام اور بنو کلب وغیرہ بعض حجازی قبائل بھی شامل تھے۔ یہ لوگ عثمان بن علیؑ کے قتل کی وجہ سے امیر معاویہ بنی امیہ ہی کو مستحق خلافت سمجھتے اور ان کی امداد و اعانت کے لیے ہر طرح آمادہ تھے۔ تیسرا گروہ خوارج کا تھا۔ یہ لوگ شیعان علی بن علیؑ اور شیعان بنی امیہ دونوں کو گمراہ اور کافر یقین کر کے ان کے مقابلہ میں ہر قسم کی قوت و شدت کام میں لاتے تھے۔ انہیں میں منافق اور سازشی لوگ بھی جو متفقہ طور پر عالم اسلام کے دشمن تھے، ملے جلے رہتے تھے۔ ان خوارج کی تعداد زیادہ تر ملک عراق یعنی بصرہ و کوفہ و ایران میں موجود تھی۔

ان تینوں گروہوں کے علاوہ ایک چوتھا گروہ بھی ایسے لوگوں کا موجود تھا جو ان تمام جھگڑوں اور جنگوں سے الگ تھلگ رہنا اور خاموشی و گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ ان لوگوں میں اکثر حلیس القدر صحابہ جنؓ شامل تھے۔ یہ لوگ زیادہ تر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں پائے جاتے اور حجاز کے دیہات یا اونٹوں کی چراگاہوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ امیر معاویہ بنی امیہ کو خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلے خوارج کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جب ربیع الاول سنہ ۴۱ھ کے آخری عشرہ میں صلح نامہ تحریر ہوا اور کوفہ میں امیر معاویہ بنی امیہ کے ہاتھ پر بیعت عامہ ہوئی تو فردہ بن نوفل اشجعی خارجی پانچ سو خارجیوں کی جمعیت لے کر غلامیہ مخالفت پر آمادہ اور کوفہ سے فردہ نکل کر مقام مصلیہ میں جا کر خیمہ زن ہوا۔

امیر معاویہ بنی امیہ نے ان لوگوں کے ساتھ زیادہ سختی و تشدد کو مناسب نہ سمجھ کر تدبیر سے کام لیا۔ اہل کوفہ کو جمع کر کے نصیحت کی اور کہا کہ یہ لوگ تمہارے ہی بھائی بند ہیں۔ تم ہی ان کو سمجھاؤ اور جنگ و مخالفت کے بد نتائج سے آگاہ کرو۔ قبیلہ اشجعی کے لوگوں پر یہ اثر ہوا کہ وہ گئے اور فردہ بن نوفل اشجعی کو پکڑ کر ہاندھ لائے۔ خارجیوں نے عبداللہ بن ابی الحوہ کو اپنا سردار بنالیا اور صلح کی طرف قطعاً اپنا میان ظاہر نہ کیا۔ آخر کوفیوں نے ان کا مقابلہ کیا اور عبداللہ لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے بعد ان کی تعداد صرف ڈیڑھ سو رہ گئی اور حوثرہ سدی کو انہوں نے اپنا سردار بنا لیا۔ ان بقیہ لوگوں کو بھی

مصالحت کی دعوت دی گئی لیکن انہوں نے لڑکر مر جانا پسند کیا اور مصالحت کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ آخر ابو حوشہ اور اس کے ہم راہی لڑکر مارے گئے اور کچھ لوگ عراق و ایران کے مختلف شہروں میں چلے گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر ہوتے ہی کوفہ میں یہ پہلا مقابلہ پیش آیا اور ساتھ ہی خارجیوں کی اس قسم کی جمعیت کا حال معلوم ہوا کہ وہ ہر شہر میں موجود اور تمام عراق میں پائی جاتی ہیں۔

عمال کا تقرر:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر کی حکومت تو پہلے ہی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو دے دی تھی۔ اب تمام عالم اسلام کے خلیفہ ہونے پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو مکہ کا اور مروان بن حکم کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ سعید رضی اللہ عنہ و مروان دونوں ان کے رشتہ دار تھے۔ اس لیے مکہ و مدینہ میں انہوں نے ان دونوں کو مامور و مقرر فرمایا تاکہ عالم اسلام کے ان دونوں مرکزی شہروں میں ان کے خلاف کوئی گروہ پیدا اور کوئی سازش کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ ہر سال حج کے لیے خود نہیں جاتے تھے۔ اس لیے انہیں دونوں میں سے کوئی ایک امیر حج بھی ہوتا تھا۔ ان کو اس بات کا بھی خیال تھا کہ مکہ و مدینہ کی مرکزیت سے فائدہ اٹھا کر ان دونوں میں سے کوئی ایک اگر چاہے تو ان کے خلاف طاقت و اثر پیدا کر سکتا ہے۔ لہذا وہ ان دونوں کو ہر سال ایک دوسرے کی جگہ تبدیل کرتے رہتے تھے۔ کوفہ میں بیعت خلافت لینے کے بعد ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا اور سمجھایا کہ خوارج کے فتنے کو جس طرح ممکن ہو دور کرو۔ باقی صوبوں اور ولایتوں کے حاکموں کے نام پروانے بھیجے اور ان کو لکھا کہ لوگوں سے ہمارے نام پر بیعت لے لو اور اپنے آپ کو ہماری جانب سے منصوب و مامور سمجھو۔ فارس کی حکومت پر علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو مقرر و مامور کر رکھا تھا۔ زیاد رضی اللہ عنہ کو شیعان علی میں سے سمجھا جاتا تھا۔ زیاد رضی اللہ عنہ کی عقل و دانائی تمام ملک عرب میں مشہور تھی۔ فارس کے صوبہ پر زیاد رضی اللہ عنہ کی حکومت نہایت عمدگی سے قائم تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ اگر زیاد منحرف ہو کر علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ بنا کر اس کی بیعت کر لے اور مجھ سے باغی ہو جائے تو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ اس لیے انہوں نے زیاد رضی اللہ عنہ کو قابو میں لانے کی تدبیر سب سے مقدم سمجھی۔

زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

زیاد رضی اللہ عنہ کی ماں سمیہ، حارث بن کلاب ثقفی کی لونڈی تھی۔ زیاد رضی اللہ عنہ کے باپ کی نسبت لوگوں کو کچھ شبہ تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ سمیہ کے ساتھ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے نطفہ سے زیاد رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی تھی۔ زیاد رضی اللہ عنہ کی شکل و صورت بھی ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے بہت مشابہ تھی لیکن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے خاندان والے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زیاد رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا بیٹا تسلیم نہ کرتے تھے۔ زیاد رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ وقت تسلیم کر لیا گیا ہے تو انہوں نے بیعت کرنے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرنے میں تامل کیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہی مناسب سمجھا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو جو زیاد رضی اللہ عنہ کے دوست بھی تھے، امان نامہ دے کر زیاد رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں اور ان کو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا بیٹا تسلیم کر کے اپنے خاندان اور نسب میں شامل کر لیں۔ چنانچہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ امان نامہ لے کر زیاد کے پاس فارس گئے اور وہاں کے تمام حساب و کتاب اور خزانہ کی تصدیق کر کے زیاد رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد رضی اللہ عنہ کی خوب آؤ بھگت کی، ان کو اپنا بھائی تسلیم کیا۔ تمام تحریروں میں ان کا نام ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ لکھا جانے لگا۔ علی رضی اللہ عنہ زیاد رضی اللہ عنہ کو ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا بیٹا یقین کرتے تھے کیونکہ ان کے سامنے ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے خود ایک موقع پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تسلیم کیا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔ اسی لیے انہوں نے زیاد رضی اللہ عنہ کو فارس کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کی عزت اور مرتبہ بڑھا کر زیاد رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا اور اہل بصرہ کو درست کرنے اور درست رکھنے کی فرمائش کی۔ زیاد رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں پہنچ کر اہل بصرہ کو جامع مسجد میں مخاطب کر کے ایک نہایت زبردست تقریر کی۔ اہل بصرہ اس زمانے میں زیادہ ناہموار ہو گئے تھے اور چوریوں، ڈکیتیوں اور بغاوتوں کا بہت زور تھا۔ زیاد رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں جاتے ہی مارشل لاء جاری کر دیا اور حکم دیا کہ جو شخص رات کو اپنے گھر سے باہر راستے یا میدان میں دیکھا جائے گا، وہ فوراً بلا سماعت عذر قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس حکم کی بڑی سختی سے تعمیل ہوئی اور چند روز کے بعد اہل بصرہ کے تمام بل ٹکے کی طرح نکل گئے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بصرہ میں زیاد رضی اللہ عنہ کو اور کوفہ میں مغیرہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما کر عراق و فارس کی طرف سے بہت مطمئن ہو گئے تھے کیونکہ ایران کے تمام صوبے کوفہ اور بصرہ کے ماتحت تھے۔

زیادہ رضی اللہ عنہ کی حکومت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے براہ راست فارس، جزیرہ اور جہتان تک وسیع کر دی تھی اور انہوں نے یہ تمام علاقے گورنر بصرہ کی حکومت میں شامل کر کے مشرقی فتنوں کا سدباب کر دیا تھا۔ خوارج کے فتنے آئے دن عراق و فارس میں برپا ہوتے رہتے تھے لیکن زیادہ مغیرہ رضی اللہ عنہ دونوں نے ان فتنوں کو بڑی قابلیت اور ہمت کے ساتھ فرو کیا اور کوئی ایسی نازک حالت پیدا نہ ہونے دی جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پریشانیوں میں اضافہ ہو۔ زیادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلقہ علاقوں میں صرف سختی سے ہی کام نہیں لیا بلکہ جہاں کہیں نرمی اور محبت کی ضرورت ہوتی تھی، وہاں نرمی اور رعایت سے بھی کام لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کو معلوم ہوا کہ ابوالخیر جو ایک بہادر اور عقلمند شخص ہے، خوارج کا ہم خیال ہو گیا ہے۔ انہوں نے فوراً ابوالخیر کو بلایا اور جندی ساہور کا عامل مقرر کر کے بھیج دیا اور اس طرح پیش آنے والے خطرہ کا نہایت عمدگی کے ساتھ سدباب ہو گیا۔

مصر کے حاکم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سنہ ۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی جگہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو کو مصر کا حاکم مقرر کیا۔ اسی سال کوفہ میں خوارج نے یہ دیکھ کر کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ زیادہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) کی طرح زیادہ سختی نہیں کرتے اور چشم پوشی سے بہت کام لیتے ہیں، بغاوت کے لیے ایک سازش کی۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی جگہ اگر کوفہ میں زیادہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہوتے تو خوارج کو اس سازش کی جرأت نہ ہوتی۔ زیادہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ خوارج کی نبض کو خوب پہچانتے تھے اور بصرہ والوں کو انہوں نے اچھی طرح سیدھا کر دیا تھا۔ مستورد بن علقمہ کی سرداری میں تین سو سے زیادہ خوارج کیم شوال سنہ ۴۳ھ کو عین عید الفطر کے روز کوفہ سے نکلے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان تین سو کی گرفتاری کے لیے تین ہزار کا لشکر بھیجا۔ مقابلہ ہوا اور تین سو خوارج نے تین ہزار کے لشکر کو شکست دی۔ اس کے بعد اور فوج بھیجی گئی اور اس کو بھی شکست ہوئی۔ آخر کار معقل بن قیس رضی اللہ عنہ کی سرداری میں ایک زبردست لشکر مغیرہ رضی اللہ عنہ نے روانہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معقل بن قیس رضی اللہ عنہ اور مستورد بن علقمہ دونوں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے اور خوارج کے پانچ آدمیوں کے سوا سب کے سب کھیت رہے۔ اس واقعہ کا یہ اثر ہوا کہ خوارج کی طرف سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ زیادہ چوکس رہنے لگے۔

قیصر روم کی طرف سے ملک شام کی شمالی سرحدوں کو ہمیشہ خطرہ رہتا تھا۔ شام کے ساحل پر بحری حملوں کا بھی اندیشہ تھا۔ مصر و افریقہ پر بھی رومیوں کو بحری چڑھائیاں ہوتی رہتی تھیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مشرقی مسائل کی طرف سے مطمئن ہو کر رومی خطرہ کی طرف اپنی تمام تر ہمت صرف کی۔ بحری فوج تیار کی، بحری فوج کے سپاہیوں کی تنخواہیں زیادہ مقرر کیں تاکہ بحری فوج میں داخل ہونے کی لوگوں میں ترغیب ہو۔ قریباً دو ہزار جنگی کشتیاں تیار کرائیں۔ جنادہ بن امیہ کو بحری فوج کا سپہ سالار یا امیر البحر مقرر فرمایا۔ بری فوج کو پہلے سے زیادہ مضبوط کیا۔ انتظامی فوج کے علاوہ مصافی فوج اور جارحانہ پیش قدمی کرنے والی فوج کا جداگانہ انتظام کیا۔ اس فوج کے دو حصے بنائے۔ ایک کا نام شاتیہ یعنی سرمائی فوج رکھا اور دوسری کا نام صائفہ یعنی گرمائی لشکر تجویز کیا۔ گرمی و سردی دونوں موسموں میں بری فوج سرحدوں پر رومی لشکر کو ہٹانے اور دبانے میں مصروف رہنے لگی۔ ادھر بحری لشکر نے قبرص و رودس وغیرہ جزیروں کو اپنا مستقر و مرکز بنا کر قیصر کے جہازوں کو بحر روم سے بے دخل کر کے مصر و شام کے ساحلوں کو بحری حملے سے محفوظ کر دیا۔ سنہ ۴۳ھ میں بحرستان کے ملحقہ علاقے رجب وغیرہ فتح ہوئے۔ اسی سال برقہ و سوڈان کی طرف اسلامی لشکر نے پیش قدمی کی اور ان علاقوں میں حکومت اسلامیہ کا رقبہ بہت وسیع ہوا۔

قسطنطنیہ پر حملہ

سنہ ۴۸ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیصر کی طاقتوں کا اندازہ کرنے کے بعد مناسب سمجھا کہ اب قیصر کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر بحری حملہ کر کے قیصری رعب کو مٹا دیا جائے اور آئندہ کے لیے عیسائیوں کے حوصلوں کو ایسا پست کیا جائے کہ وہ اسلامی حدود کی طرف نظر بھرنے نہ دیکھ سکیں۔ انہوں نے قسطنطنیہ پر فوج کشی کرنے کا مصمم ارادہ فرما کر مکہ و مدینہ میں بھی اعلان کر دیا کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا حملہ ہونے والا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں چونکہ نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث مشہور تھی اور سب کو معلوم تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

”پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا، وہ مغفرت یافتہ ہے۔“^①

لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، حسین بن علی، ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ وعدہ مغفرت کے شوق میں آ کر شریک لشکر ہوئے۔ ایک عظیم الشان لشکر مرتب ہو گیا تو سفیان بن عوف کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ کی جانب روانہ کیا۔ سفیان بن عوف کی

ماتحتی میں اپنے بڑے بیٹے یزید کو بھی جو صائفہ فوج کا افسر تھا، ایک حصہ فوج کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔ یہ لشکر بحری راستے سے روانہ ہوا اور ایک بری راستے سے بھی قسطنطنیہ کی جانب روانہ کیا گیا۔ مسلمانوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ چونکہ فسیل شہر مضبوط اور شہر کا محل وقوع قدرتی طور پر بے حد مضبوط تھا، لہذا یہ محاصرہ اور مسلمانوں کا حملہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اسلامی لشکر کے بعض بڑے بڑے جانباز شیر مرد شہید ہوئے۔ ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اثناء محاصرہ ہی میں وفات پائی اور فسیل شہر کے نیچے دفن کیے گئے۔ سردی کی شدت اور قدرتی موانع کے سبب سے مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کیے بغیر واپس چلے آئے۔ ظاہر یہ حملہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا قبضہ نہ ہو سکا لیکن نتائج کے اعتبار سے مسلمانوں کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی یعنی قیصر اور قیصری لشکر نے مسلمانوں کے واپس چلے جانے کو بہت ہی غنیمت سمجھا اور اس کے بعد قیصر کی طرف سے کسی حملہ آوری کا خطرہ بالکل دور ہو گیا۔ وہ تمام علاقے جو اب تک مسلمانوں اور عیسائیوں کے متنازعہ فیہ چلے آتے تھے، مستقل طور پر مسلمانوں کے قبضہ و تصرف میں آ گئے۔

سنہ ۵۰ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عقبہ بن نافع کو مصر و برقہ و سوڈان کا سپہ سالار بنا کر بھیجا اور بعد میں دس ہزار کا لشکر ان کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ مغرب کی جانب براعظم افریقہ کو فتح کرتے ہوئے چلے جائیں۔ بربری لوگوں کی اب تک یہ حالت رہی تھی کہ جب کبھی اسلامی لشکر ان کے علاقے میں پہنچتا، وہ مسلمانوں کے فرماں بردار بن جاتے۔ جب مسلمانوں کو خاقل اور دوسری طرف مصروف دیکھتے، باغی ہو کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیتے۔ عقبہ بن نافع نے مصر و برقہ سے گزر کر مغرب الادنیٰ یعنی تیونس و طرابلس پر حملہ کیا اور اس تمام علاقے کو فتح کرنے کے بعد مغرب الاوسط یعنی تلمسان والجزائر (الجیریا) کی طرف بڑھے۔ اسی سال مکران و بلوچستان کے عامل عبداللہ بن سوار نے سندھیوں کی تادیب کے لیے سندھ پر حملہ کیا اور سندھیوں نے جو پہلے سے جنگ کی تیاری کیے ہوئے تھے، مقام کیقان میں جم کر مقابلہ کیا۔ عبداللہ بن سوار میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ ان کے بعد مہلب بن ابی صفرہ نے سندھ پر انتقاماً چڑھائی کی اور سندھ کا ایک بڑا حصہ فتح کیا۔

یزید کی ولی عہدی:

اسی سال یعنی سنہ ۵۰ھ میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ سے دمشق آ گئے اور انہوں نے

ماتحتی میں اپنے بڑے بیٹے یزید کو بھی جو صائفہ فوج کا افسر تھا، ایک حصہ فوج کا سپہ سالار بنا کر روانہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ مدینہ میں دیکھا ہے اور تمام نظارے میری آنکھوں میں گھوم رہے ہیں کہ خلافت کے متعلق مسلمانوں میں کیسی کیسی ہنگامہ آرائیاں ہوئی ہیں۔ پس میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ آپ اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد خلیفہ نامزد فرمادیں۔ اسی میں مسلمانوں کی بہتری اور رفاہیت ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اب تک اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ اپنے بیٹے کو خلیفہ بنانے کی تمنا کریں۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ سن کر پہلی مرتبہ ان کی توجہ اس طرف مائل ہوئی۔ انہوں نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ لوگ میرے بعد میرے بیٹے کی خلافت کے لیے بیعت کر لیں؟ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بات بڑی آسانی سے ممکن ہے کہ کوفہ والوں کو میں آمادہ کر لوں گا۔ بصرہ والوں کو زیاد بن ابی سفیان مجبور کر دیں گے۔ مکہ و مدینہ میں مروان بن حکم اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہما لوگوں کو ہموار کر سکیں گے۔ ملک شام میں کسی قسم کی مخالفت کا امکان ہی نہیں۔ یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی جانب واپس بھیجا کہ وہاں جا کر اس کام کو انجام دو۔ اسی واقعہ کو ایک دوسری روایت میں اس طرح لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حاکم کوفہ کو لکھا کہ تم میرا یہ خط پڑھتے ہی اپنے آپ کو معزول سمجھو مگر جب یہ خط مغیرہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کی تعمیل میں دیر کی۔ جب وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے تعمیل حکم میں دیر کرنے کی وجہ دریافت کی۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دیر کی وجہ یہ تھی کہ میں ایک خاص کام کی تیاری میں مصروف تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر پوچھا کہ وہ کیا کام تھا؟ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں لوگوں سے آپ کے بیٹے یزید کی آئندہ خلافت کے لیے بیعت لے رہا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر خوش ہو گئے اور انہوں نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو پھر بحال کر کے کوفہ کی جانب روانہ کر دیا۔ جب دمشق سے کوفہ میں واپس آئے تو کوفہ والوں نے پوچھا کہ کہیے کیا گزری؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک ایسی دلدل میں پھنسا آیا ہوں کہ وہ اس سے قیامت تک نہیں نکل سکتا۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہی نے ایک ایسے کام پر آمادہ کیا جس سے آئندہ مسلمانوں میں باپ کے بعد بیٹا بادشاہ ہونے لگا اور مشورہ و انتخاب کا دستور جاتا رہا۔ یزید امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا تھا۔ باپ کو بیٹے کے ساتھ محبت ہونا اور باپ کا بیٹے کی حکومت و عزت بڑھانے کی کوشش کرنا ایک فطری تقاضا ہے۔ اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کچھ نہ کچھ معذور بھی سمجھے جاسکتے ہیں لیکن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی

معذرت پیش نہیں ہو سکتی۔ ①

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں آ کر وہاں کے شرفاء اور رؤساء کو بلا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ یزید کی ولی عہدی پر رضا مند ہو جائیں۔ جب کوفہ کے بااثر لوگ اس بات پر رضا مند ہو گئے اور انہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ آئندہ مسلمانوں کو فتنہ و فساد اور خون ریزی سے اسی طرح نجات مل سکتی ہے کہ امیر المومنین اپنے بیٹے کو ولی عہد نامزد فرمادیں تو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے موسیٰ کے ہمراہ اکابر کوفہ کا ایک وفد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا۔ ان لوگوں نے دمشق میں حاضر ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم اس رائے کو پسند کرتے ہیں کہ یزید کی ولی عہدی کے لیے بیعت لے لی جائے۔ اس وفد کے آنے سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ارادے اور خواہش میں جو مغیرہ رضی اللہ عنہ پیدا کر گئے تھے، اور بھی قوت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے وفد مذکور کو عزت کے ساتھ رخصت کیا اور کہا کہ جب وقت آئے گا تو تم لوگوں سے بیعت لے لی جائے گی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت دور اندیش اور احتیاط کو کام میں لانے والے تھے۔ وہ یہ اندازہ کرنا چاہتے تھے کہ عالم اسلام کی کثرت آراء ان کی خواہش کے موافق ہے یا نہیں؟ اب انہوں نے ایک طرف مروان بن حکم والی مدینہ کو، دوسری طرف زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ والی بصرہ کو لکھا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھ کو خوف ہے کہ میرے بعد مسلمانوں میں خلافت کے لیے فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کسی شخص کو نامزد کر دوں کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہو۔ بوڑھے لوگوں میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا، نوجوانوں میں میرا بیٹا یزید سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ تم کو چاہیے کہ لوگوں کے ساتھ احتیاط سے اس معاملہ میں مشورہ کرو اور ان کو یزید کی آئندہ خلافت کے لیے بیعت کرنے پر آمادہ کرو۔ زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ والی بصرہ کے پاس خط پہنچا تو انہوں نے بصرہ کے ایک رئیس عبید بن کعب نمیری کو بلا کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط دکھایا اور کہا کہ میرے نزدیک امیر المومنین نے اس معاملہ میں عجلت سے کام لیا ہے اور اچھی طرح غور نہیں فرمایا کیونکہ یزید ایک لہو و لعب میں مصروف رہنے والا نوجوان ہے۔ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ سیر و شکار میں بہت مشغول رہتا ہے۔ وہ ضرور اس کی بیعت

① صحیح سند کے ساتھ یہ واقعہ ثابت نہیں۔ روافض اور منافقین نے ہزاروں جھوٹی روایات کو احادیث کے طور پر مشہور کیا۔ جو لوگ نبی اکرم ﷺ کے معاملہ میں اللہ کے خوف کو ملحوظ نہیں رکھتے، وہ خلفاء اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ کا خوف کیسے کریں گے۔ ایسے جھوٹے واقعات و روایات سے کتب تاریخ ہمیری پڑی ہیں۔ ان میں جہاں صحیح الاسناد روایات موجود ہیں، وہاں سینکڑوں جھوٹی روایات بھی جگہ پا گئی ہیں۔

میں پس و پیش کریں گے۔ عبید بن کعب نے کہا کہ آپ کو امیر المومنین کی رائے کے خلاف اظہار رائے کی ضرورت نہیں۔ آپ مجھ کو دمشق بھیج دیجیے۔ میں یزید سے جا کر ملوں گا اور اس کو سمجھاؤں گا کہ تم اپنی حالت میں اصلاح پیدا کرو تا کہ تمہاری بیعت میں کوئی دقت اور رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ یقین ہے کہ یزید ضرور اس نصیحت کو مان لے گا۔ جب اس کی حالت میں خوشگوار تبدیلی پیدا ہوگی تو پھر لوگوں کو بھی بیعت میں کوئی تاثر نہ ہوگا اور امیر المومنین کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ زیادؓ نے اس رائے کو پسند کر کے فوراً عبید کو دمشق کی جانب روانہ کر دیا۔ عبید نے یزید کو تمام نشیب و فراز سمجھائے اور یزید نے اپنی حالت میں نمایاں تبدیلی کر کے لوگوں کی زبانوں کو بند کر دیا۔

مدینہ منورہ میں جب مروان کے پاس یہ خط پہنچا تو اس نے شرفائے مدینہ کو جمع کر کے اول صرف اس قدر سنایا کہ امیر المومنین کا ارادہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مسلمانوں کو فتنہ و فساد سے محفوظ رکھنے کے لیے کسی شخص کو اپنے بعد خلافت کے لیے نامزد فرمادیں۔ یہ سن کر سب نے کہا کہ یہ رائے بہت پسندیدہ ہے، ہم سب اس کے موید ہیں۔ چند روز کے بعد مروان بن حکم نے پھر لوگوں کو جمع کیا اور سنایا کہ دمشق سے امیر المومنین کا دوسرا خط آیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہم نے مسلمانوں کی بہتری کو مد نظر رکھتے ہوئے یزید کو ولی عہدی کے لیے منتخب کیا ہے۔ یہ سن کر عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علیؓ نے سخت مخالفت کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ انتخاب مسلمانوں کی بہتری کے لیے نہیں بلکہ بربادی کے لیے کیا گیا ہے کیونکہ اس طرح تو خلافت اسلامیہ قیصر و کسریٰ کی سلطنت سے مشابہ ہو جائے گی کہ باپ کے بعد بیٹا تخت نشین ہوا کرے۔ یہ انتخاب منشاء اسلام کے خلاف ہے۔

اس جگہ جملہ معترضہ کے طور پر اس طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مروان بن حکم نے امیر معاویہؓ کی منشاء کا اعلان کیا ہے تو حسنؓ کے انتقال کو چند ہی مہینے گزرے تھے۔ لوگوں کو عام طور پر اس بات کا بھی علم تھا کہ حسنؓ سے مصالحت کرتے وقت عبداللہ بن عامرؓ کی کوشش کے موافق امیر معاویہؓ نے حسنؓ سے صلح میں اس اقرار کو اپنی طرف سے درج کرانے پر آمادہ تھے کہ ان کے بعد حسنؓ خلیفہ بنائے جائیں لیکن حسنؓ نے یہ بات صلح نامہ میں درج نہیں کرائی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اگرچہ حسنؓ کی آئندہ خلافت کا کوئی تذکرہ عہد نامہ میں نہیں ہوا مگر عالم اسلام حسنؓ کی خلافت پر متفق ہو جائے گا۔ مروان بن حکم نے مدینہ میں

جب پہلی مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط کا مضمون سنایا تو اکثر کا خیال اسی طرح گیا کہ حسن (رضی اللہ عنہ) کی وفات کے سبب سے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ کسی کو خلافت کے لیے نامزد کر دیں۔ کیونکہ جب تک حسن رضی اللہ عنہ زندہ تھے، اس وقت تک وہ حسن رضی اللہ عنہ ہی کو نامزد شدہ آئندہ خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسی تصور میں ایک طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پاک طبعیتی و انصاف پسندی مضمحل تھی تو دوسری طرف ان لوگوں کے دلوں میں جو اپنے آپ کو تخت خلافت کا مستحق سمجھتے تھے، امید کی جھلک پیدا ہو گئی تھی۔ مروان نے جب دوسری مرتبہ یزید کی نسبت اعلان کیا تو وہ دونوں باتیں جو پہلے اعلان سے پیدا ہوئی تھیں، یک لخت منہدم ہو گئیں اور حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہی اس کا روائی کے متعلق قسم قسم کے شبہات پیدا ہونے لگے۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک مضمون آفرینی کی کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ہی نے حسن (رضی اللہ عنہ) کو زہر دلویا تھا۔ یزید کی ولی عہدی کے ابتدائی اعلان سے پیشتر کسی قسم کا وہم و گمان بھی اس طرف منتقل نہیں ہوا تھا کہ حسن رضی اللہ عنہ کی وفات اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوشش و خواہش میں کوئی تعلق ہے یا نہیں؟ اس جگہ قارئین کرام کو اس طرف توجہ دلانا مناسب ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دامن زہر خورانی حسن رضی اللہ عنہ سے قطعاً پاک ہے اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کی ولی عہدی کے متعلق توجہ دلائی تھی، خود ان کو تو پہلے سے کوئی خیال ہی نہ تھا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جس طرح یزید کی ولی عہدی میں محرک تھے، اسی طرح وہ اس کام کو سرانجام دلانے کے مہتمم اور سب سے زیادہ کوشش کرنے والے بھی تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل مدینہ اور اہل حجاز کی مخالفت کا حال مروان بن حکم کے خط سے معلوم کرنے کے بعد کچھ خاموش تھے اور سوچ رہے تھے کہ اہل مدینہ کو کس طرح رضامند کیا جائے؟ کہ اتنے میں خبر پچنی کہ کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ یہ سنہ ۵۱ھ کا واقعہ ہے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی خبر وفات سن کر انہوں نے زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی حکومت بھی سپرد کردی اور زیاد حاکم عراقین کہلائے۔

یزید بن ابی سفیان کو کوفہ میں:

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بصرہ و کوفہ دونوں جگہ کی حکومت سپرد کرنے میں یہ بھی مصلحت تھی کہ جس طرح وہ تمام اہل عراق کو بیعت یزید پر آمادہ کرنے کی خدمت انجام دے سکتے تھے، کوئی دوسرا

اس کام کو بہ حسن و خوبی پورا نہیں کر سکتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مزاج میں کسی قدر نرمی اور درگزر بھی تھی لیکن زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ عراقیوں کے مزاج سے خوب واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جب تک ان کے ساتھ سختی نہ برتی جائے، یہ راہ راست پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اسی لیے ان کی حکومت کا زمانہ بہت کامیاب رہا اور وہ سب سے پہلے شخص ہیں جو کوفہ و بصرہ دونوں کے حاکم مقرر ہوئے اور بعد میں تمام ایران و خراسان بھی ترکستان تک ان کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں سمروہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود کوفہ کو دو ہزار آدمی لے کر روانہ ہوئے۔ کوفہ کی جامع مسجد میں جا کر جب پہلی مرتبہ انہوں نے خطبہ سنانا شروع کیا تو اہل کوفہ نے جو اپنے حاکموں کی تحقیر اور حکومت وقت کی خلاف ورزی کے عادی تھے، ان کے ساتھ بھی متسخرانہ برتاؤ شروع کیا یعنی چاروں طرف سے ان کی جانب سنگریزے آنے لگے۔ زیاد نے فوراً خطبہ بند کر کے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ مسجد کا محاصرہ کر کے کسی شخص کو باہر نہ نکلنے دیں، پھر مسجد کے دروازے پر کرسی بچھا کر بیٹھ گئے اور چار چار شخصوں کو بلا کر قسمیں لینے لگے کہ انہوں نے سنگریزے پھینکے ہیں یا نہیں؟ کل تیس آدمی ایسے نکلے جنہوں نے سنگریزے پھینکے تھے۔ باقیوں کو چھوڑ کر ان تیس کے ہاتھ کٹوا دیے۔ اسی طرح اور بعض سخت سزائیں اہل کوفہ کو ان کی غلطیوں پر دی گئیں تو چند روز میں وہ بالکل سیدھے ہو گئے۔ زیاد رضی اللہ عنہ چھ مہینے کوفہ میں اور چھ مہینے بصرہ میں رہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کے نام ایک حکم جاری کیا کہ لوگوں سے یزید کی خوبیاں بیان کرو اور اپنے اپنے علاقوں کے با اثر لوگوں کا ایک ایک وفد میرے پاس بھیجو کہ میں بیعت یزید کی نسبت لوگوں سے خود بھی گفتگو کروں۔ چنانچہ ہر صوبے سے ایک ایک وفد دمشق میں آیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے الگ الگ بھی گفتگو کی، پھر ایک مجلس ترتیب دے کر سب کو اس میں جمع کیا اور کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں حمد و ثناء کے بعد اسلام کی خوبیاں، خلفاء کے فرائض و حقوق، حکام کی اطاعت اور عوام کے فرائض بیان فرما کر یزید کی شجاعت، سخاوت، عقل و تدبیر اور انتظامی قابلیت کا ذکر کر کے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ یزید کی ولی عہدی پر بیعت کر لینی چاہیے۔ ان وفود میں مدینے سے محمد بن عمرو بن حزم گئے تھے۔ انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ امیر المومنین! آپ یزید کو خلیفہ تو بنائے جاتے ہیں لیکن ذرا اس بات پر بھی غور فرمالیں کہ قیامت کے دن آپ کو اپنے اس فعل کا اللہ تعالیٰ کی جناب میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے

یہ سن کر فرمایا کہ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنی رائے کے موافق میری خیر خواہی کی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت لڑکے ہی لڑکے رہ گئے ہیں اور میرا بیٹا ان میں زیادہ مستحق ہے۔ اس کے بعد ضحاک بن قیس کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنی زبردست تقریر میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خیال کی خوب زور شور سے تائید کی۔ ان کے بعد اور لوگ یکے بعد دیگرے کھڑے ہوئے اور سب نے تائید ہی کی۔ مصر سے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ گئے تھے۔ جب سب کی تقریریں ہو چکیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ آپ کیوں خاموش ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اگر جھوٹ بولوں تو اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے اور سچ بولوں تو آپ کا خوف ہے۔ آپ ہم سے اس معاملہ میں مشورہ کیوں لیتے ہیں۔ آپ ہم سے زیادہ یزید کی حالت سے واقف ہیں۔ آپ کی ذمہ داری پر ہم بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کو بھی بہت غنیمت سمجھا اور بعد میں ان کو بھاری انعام دے کر خوش کیا۔ اسی طرح باہر سے آئے ہوئے وفود کو خوب انعام و اکرام سے مالا مال و خوش حال کر کے واپس بھیجا۔^①

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ حجاز یعنی مکہ و مدینہ کے لوگوں کا خیال تھا اور وہیں ایسے لوگ موجود تھے جو جرأت کے ساتھ اظہار مخالفت کر سکتے تھے۔

انہوں نے سنہ ۵۵ھ کے آخر ایام میں حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ اس میں یہ بھی مصلحت تھی کہ وہ اہل حجاز کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوں۔ چنانچہ وہ اول مدینہ منورہ پہنچے۔ ان کی آمد کی خبر سن کر عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور حسین رضی اللہ عنہ مدینہ سے مکہ کو چلے گئے۔ انہوں نے مدینہ پہنچ کر لوگوں کو خوب انعام و اکرام دیے اور ان کے دلوں پر قبضہ پا کر اپنا ہم خیال بنایا اور مروان بن حکم کو سمجھایا کہ مدینے والوں کے روزینے بڑھا دو۔ ان کو قرض کی ضرورت ہو تو بلا دروغ بیت المال سے قرض دو اور قرض کی وصولی کا تقاضا نہ کرو، جس سے مخالفت کا زیادہ اندیشہ ہو۔ اس طرح ان کو زیر بار احسان بناؤ۔ اس کے بعد مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں مذکورہ بالا چاروں حضرات کو اپنے پاس بلایا اور یزید کی بیعت کے معاملہ میں گفتگو کی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں

① معاویہ رضی اللہ عنہ اس طرح خلافت کی بجا و استحکام چاہتے تھے نہ کہ اپنی بادشاہت و اقربانوازی۔ ان پر بادشاہت یا اقربانوازی کا الزام ہرگز نہیں لگایا جاسکتا۔ ایسے کسی الزام میں کوئی حقیقت نہیں ہو سکتی۔ ہمیں تو احادیث میں صحابہ رضی اللہ عنہم پر لعن طعن کرنے سے بچتی سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کو فتنوں وغیرہ سے بچانا چاہتے تھے کیونکہ وہ قبل ازیں خوارج وغیرہ کے فتنے دیکھ چکے تھے، واللہ اعلم سبحانہ، وتعالیٰ!

صرف اس قدر اقرار کر سکتا ہوں کہ آپ کے بعد جس شخص کی خلافت پر لوگ متفق ہو جائیں گے، میں اسی کو خلیفہ تسلیم کر لوں گا۔ اگر ایک حبشی غلام کو بھی لوگ خلیفہ بنالیں گے تو میں اس کی بھی اطاعت کروں گا اور جماعت کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔^① عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ ہم آپ کے سامنے چند باتیں پیش کرتے ہیں، آپ ان میں سے جس کو چاہیں اختیار فرمائیں۔ اول یہ کہ آپ نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کریں اور خلافت کے معاملہ کو ویسے ہی بلانا مزدگی مسلمانوں کے انتخاب پر چھوڑ جائیں کہ وہ جس کو چاہیں خلیفہ بنالیں۔ اور اگر آپ کو یہ پسند نہیں ہے تو سنت صدیقی پر عمل کریں کہ ایسے شخص کو اپنا قائم مقام مقرر فرما جائیں جو نہ آپ کی قوم کا ہو نہ خاندان کا۔ یہ بھی پسند نہ ہو تو پھر آپ سنت فاروقی پر عمل ہوں کہ ایسے چھ اشخاص کو نامزد کر جائیں جو نہ آپ کے خاندان و قبیلے کے ہوں نہ ان میں آپ کا بیٹا ہو۔ وہ چھ شخص اپنے آپ میں سے جس کو چاہیں، خلیفہ منتخب کر لیں۔ ان تینوں صورتوں کے سوا چوتھی اور کوئی صورت نہیں جس پر ہم رضا مند ہو سکیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی ان باتوں کی تائید باقی اصحاب نے بھی کی۔ امیر معاویہؓ نے حج سے فارغ ہو کر مذکورہ حضرات کے سوا باقی تمام اہل مکہ سے یزید کی ولی عہدی کے متعلق بیعت لی اور لوگوں کو اپنی جو دعو عطا سے مالا مال کیا۔ اس میں شک نہیں کہ لوگوں کو یزید کے معاملہ میں اپنا ہم خیال و ہمنوا بنانے کے لیے امیر معاویہؓ نے مال و دولت سے زیادہ کام لیا اور ممکن ہے کہ وہ یزید کی نامزدگی و ولی عہدی کو حقیقتاً عالم اسلام کے لیے زیادہ مفید اور مسلمانوں کی فلاح و صلاح کا موجب یقین کرتے ہوں اور اس کے مضر پہلو قطعاً ان کی نگاہ کے سامنے نہ آئے ہوں۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر وہ واپس دمشق میں آئے تو خبر سنی کہ کوفہ میں ابو موسیٰ اشعریؓ فوت ہو گئے۔

امیر معاویہؓ نے زیادؓ کو بصرہ و کوفہ کا حاکم تو پہلے ہی بنا دیا تھا اور بحستان کا علاقہ ان کے ماتحت تھا۔ اب انہوں نے مناسب سمجھا کہ سندھ، کابل، بلخ، جیچون اور ترکستان کے تمام مشرقی ممالک زیادؓ کے ماتحت مقرر کر دیے جائیں۔ چنانچہ زیادؓ کا مرتبہ اب اس قدر بلند ہو گیا کہ وہ خود فارس و خراسان وغیرہ صوبوں کے گورنر اپنے اختیار سے مقرر کرتے اور جس کو چاہتے معزول کر دیتے۔ زیادؓ نے ان تمام مشرقی ممالک کا انتظام بڑی قابلیت اور خوبی کے ساتھ قائم رکھا اور

① انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ فرمان کے مطابق ایسا کہا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”امیر کی بات سنو اور مانو

خود تم پر چھوئے سردال غلام امیر بنایا جائے۔“ (صحیح بخاری، کتاب الاحکام، حدیث ۷۱۴۲)

خوارج کو بھی سر ابحارنے کا موقع نہیں دیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو زیاد رضی اللہ عنہ کی وجہ سے بہت بڑی امداد ملی اور ایسے لائق اور قابل شخص کا ہاتھ آجانا ان کی خوش قسمتی تھی۔ اگر زیاد رضی اللہ عنہ ان مشرقی ممالک میں امن و امان قائم نہ رکھ سکتے تو خوارج کے خروج اور منافقوں کے فتنے برپا ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اتنا ہوش ہی نہ لینے دیتے کہ وہ یزید کی بیعت کے اہتمام و انصرام میں اطمینان سے مصروف ہو سکتے۔ ادھر مشرقی ممالک کے ہنگاموں کا مغربی ممالک پر بھی بہت برا اثر پڑتا اور قیصری حملوں سے بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطمینان و سکون حاصل نہ ہوتا۔

مصر اور افریقہ وغیرہ کا حاکم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلمہ بن مخلد کو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بعد مقرر فرمایا تھا۔ عقبہ بن نافع فہری جو طرابلس الغرب اور الجیریا و مرا کو کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے اور جن کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود اس مہم پر نامزد و مامور فرما کر روانہ کیا تھا، اب مسلمہ بن مخلد گورنر مصر کے ماتحت کر دیے گئے تھے۔ مدینہ میں مروان بن حکم اور مکہ میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہما حاکم تھے۔ شام و فلسطین براہ راست امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر انتظام تھے۔ ادھر عقبہ بن نافع فہری نے شمالی افریقہ کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر ایک جنگل کو صاف کر کے شہر قیروان کی آبادی کا سنگ بنیاد رکھا۔ افریقہ کے لیے قیروان کی فوجی چھاؤنی ایسی ضروری تھی جیسی عراق کے لیے بصرہ و کوفہ۔ سنہ ۵۵ھ میں قیروان کی آبادی پایہ تکمیل کو پہنچی تھی کہ مسلمہ بن مخلد نے عقبہ بن نافع کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے ایک غلام ابوالمہاجر کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ عقبہ بن نافع دمشق میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے۔ مروان، سعید اور عقبہ وغیرہ کئی صاحب الرائے اور صاحب عزم و ہمت سرداروں کے دمشق میں موجود ہو جانے اور زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے اکثر بلاد اسلامیہ پر مستولی ہو جانے کے بعد سنہ ۵۶ھ میں یزید کی ولی عہدی کے لیے تمام عالم اسلام میں عالموں کی معروفیت و بیعت عام لی گئی۔ صرف تین چار شخص یعنی عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما وغیرہ نے بیعت نہیں کی۔ ان لوگوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے حال پر چھوڑ دیا اور زیادہ مجبور کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی موت:

سنہ ۵۳ھ میں زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ مرض طاعون سے فوت ہوئے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے فوت ہونے کا سخت ملال ہوا۔ زیاد رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی تھی کہ مجھ کو عراق

و فارس کے علاوہ حجاز و عرب کی حکومت عطا کی جائے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس فرمائش اور خواہش کو منظور کر لیا تھا لیکن اہل حجاز اس خبر کو سن کر خائف ہوئے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے کہ زیاد کی حکومت سے کس طرح محفوظ رہیں۔ انہوں نے قبلہ رو ہو کر دعا کی، سب نے آمین کہی۔ اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ زیاد رضی اللہ عنہ کی انگلی میں ایک دانہ نکلا اور اسی میں وہ فوت ہوئے۔ زیاد رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے اندر ماہ رمضان المبارک میں وفات پائی۔ زیاد رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی حکومت اپنی طرف سے عبداللہ بن خالد بن اسید کو سپرد کر رکھی تھی۔ زیاد رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد جس کی عمر پچیس سال کی تھی کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے باپ نے کس کس کو کہاں کہاں کی حکومت عطا کی؟ عبید اللہ نے کہا کہ بصرہ کی حکومت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو اور کوفہ کی حکومت عبید اللہ بن خالد بن اسید کو۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہیں کہاں کی حکومت دی تھی؟ عبید اللہ نے کہا کہ مجھ کو کہیں کی حکومت سپرد نہیں کی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کہ تمہیں تمہارے باپ نے تم کو کہیں کی حکومت نہیں دی تو پھر میں بھی تم کو کہیں کا حاکم مقرر نہ کروں گا۔ عبید اللہ نے کہا کہ میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت و بدنامی ہوگی کہ میرے باپ نے بھی مجھ کو کہیں کا حاکم مقرر نہیں فرمایا اور اب آپ میرے چچا ہیں، آپ بھی مجھ کو کوئی سرداری عطا نہیں فرماتے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کچھ سوچ کر اور عبید اللہ کو قابل پا کر بصرہ و خراسان و فارس کا حاکم اعلیٰ مقرر فرما دیا۔ سعید بن عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت کر لی تھی۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، حسین بن علی رضی اللہ عنہم وغیرہ نے بیعت نہیں کی تو انہوں نے کہا کہ میرا باپ ان لوگوں کے باپ سے کم نہ تھا۔ میں نے ناحق یزید کے لیے بیعت کی۔ پھر انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے باپ نے آپ کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی تھی۔ آپ بتائیے کہ آپ نے مجھ پر کیا احسان کیا؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خراسان کا صوبہ عبید اللہ بن زیاد سے نکال کر سعید بن عثمان کو دے دیا اور مہلب بن ابی صفروہ کو سعید کا کمکی اور سپہ سالار مقرر کیا۔ زیاد کے بعد انہوں نے مروان و سعید کو پھر مدینہ و مکہ کی حکومت پر بھیج دیا۔

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے فوت ہوتے ہی خارجیوں نے پھر سراٹھایا اور عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ کا حاکم مقرر ہوتے ہی اول خارجیوں سے معرکہ آراء ہونا پڑا۔ خارجیوں کی جماعتوں نے متواتر خروج شروع کر دیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک عبید اللہ بن زیاد خارجیوں کی سرکوبی میں

مصروف رہا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

سنہ ۵۸ھ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فوت ہو کر جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ آپ مروان کی مخالفت کیا کرتی تھیں کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہ تھے۔ مروان نے ایک روز دھوکے سے دعوت کے بہانے سے بلا کر ایک گڑھے میں جس میں ننگی تلواریں اور خنجر وغیرہ رکھ دیے تھے، آپ کو گرا دیا تھا۔ آپ بہت ضعیف اور بوڑھی تھیں، زخمی ہوئیں اور انہیں زخموں کے صدمہ سے فوت ہو گئیں۔ ①

سنہ ۵۹ھ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ الہی! میں لڑکوں کی حکومت اور سنہ ۶۰ھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور وہ سنہ ۶۰ھ سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔

شروع ماہ رجب سنہ ۶۰ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے۔ اس بیماری میں جب ان کو یقین ہونے لگا کہ اب آخری وقت قریب آ گیا ہے تو انہوں نے یزید کو بلوایا۔ یزید اس وقت دمشق سے باہر شکار میں یا کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ فوراً قاصد روانہ ہوا اور یزید کو بلا کر لایا۔ یزید حاضر ہوا تو انہوں نے اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

”اے بیٹے! میری وصیت کو توجہ سے سن اور میرے سوالوں کا جواب دے۔ اب اللہ تعالیٰ کا فرمان یعنی میری موت کا وقت قریب آچکا ہے، تو بتا کہ میرے بعد مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے؟“

یزید نے جواب دیا کہ:

”میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کروں گا۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”سنت صدیقی پر بھی عامل ہونا چاہیے کہ انہوں نے مرتدین سے جنگ کی اور اس حالت میں فوت ہوئے کہ امت ان سے خوش تھی۔“

یزید نے کہا:

”نہیں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی پیروی کافی ہے۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر کہا:

”اے بیٹے! سیرت عمر کی بھی پیروی کر کہ انہوں نے شہروں کو آباد کیا اور فوج کو قوی کیا اور

مال غنیمت فوج پر تقسیم کیا۔“

یزید نے جواب دیا کہ:

”نہیں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کافی ہے۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

”اے بیٹے! سیرت عثمان پر بھی عامل ہونا کہ انہوں نے لوگوں کو زندگی میں فائدہ پہنچایا اور

سخاوت کی۔“

یزید نے کہا کہ:

”نہیں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہی میرے لیے کافی ہے۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ:

”اے بیٹے! تیری ان باتوں سے مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ تو میری باتوں پر عمل درآمد نہ

کرے گا۔ میری وصیت اور نصیحت کے خلاف ہی کرے گا۔“^① اے یزید! تو اس بات پر

مغرور نہ ہونا کہ میں نے تجھ کو اپنا ولی عہد بنا دیا ہے اور تمام مخلوق نے تیری فرمانبرداری کا

اقرار کر لیا ہے۔ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کی طرف سے زیادہ اندیشہ نہیں کیونکہ وہ دنیا سے بیزار

ہیں۔ حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) کو اہل عراق ضرور تیرے مقابلے کے لیے میدان میں نکالیں

گے۔ اگر تو ان پر فتح پائے تو ان کو ہرگز قتل نہ کرنا اور قربت و رشتہ داری کا پاس و لحاظ رکھنا۔

عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) بھی روباہ باز شخص ہیں۔ اگر تو ان پر قابو پائے تو ان کو قتل کر دینا۔ مکہ

اور مدینہ کے رہنے والوں پر ہمیشہ احسان کرنا اور اہل عراق اگر ہر روز عامل کے تبدیل

کرنے کی فرمائش کریں تو ہر روز عامل کو ان کی خوشی کے لیے تبدیل کرتے رہنا۔ اہل شام کو

ہمیشہ اپنا مددگار سمجھنا اور ان کی دوستی پر بھروسہ کرنا۔“

اس کے بعد یزید پھر شکار میں چلا گیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حالت دم بہ دم نازک ہوتی گئی۔ آخر بروز جمعرات بتاریخ ۲۲ رجب سنہ ۶۰ھ کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی جانب رخصت ہوئے، ستر سال کی عمر پائی۔

ان کے پاس نبی اکرم ﷺ کے بال اور ناخن تھے۔ مرتے وقت انہوں نے وصیت کی تھی کہ یہ بال اور ناخن میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دینا۔ ضحاک بن قیس نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ دمشق میں باب جابیا اور باب صغیر کے درمیان مدفون ہوئے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ایک نظر:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت کو جس کا زمانہ بیس سال ہے، ضرور کامیاب سلطنت کہا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے زمانہ خلافت میں کوئی مدعی سلطنت اور ان کا رقیب ان پر خروج نہیں کرسکا۔ ان کے زمانے میں مشرق، مغرب، شمال اور جنوب ہر طرف اسلامی حکومت کے رقبہ نے وسعت پائی۔ کوئی ملک اور کوئی علاقہ سلطنت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوا۔ کوئی ایسی بغاوت اس عرصہ میں نہیں پھوٹی جو قابل تذکرہ ہو۔ ملک میں ڈاکہ زنی اور شورش جیسی کہ علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عراق و ایران کے اندر پائی جاتی تھی، باقی نہیں رہی۔ مسلمانوں نے بحری لڑائیاں لڑنی شروع کیں اور مسلمانوں کی بحری طاقت کا لوہا بھی رومیوں اور عیسائیوں نے مانا۔ ان کے زمانے میں زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے عاملوں نے عراقیوں اور ایرانیوں پر کسی قدر سختی اور تشدد کو روا رکھا لیکن ان عراقیوں اور ایرانیوں پر اگر یہ سختی اور تشدد نہ ہوتا تو ظلم تھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا ایک نقص سمجھا جاتا۔ مسلمانوں پر سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے برید مقرر کیے اور ان کے لیے ایک نظام اور آئین مقرر فرمایا جس کو محکمہ ڈاک کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے احکام پر مہر لگانے اور ہر حکم کی نقل دفتر میں محفوظ رکھنے کا طریقہ انہوں نے ایجاد کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مہر پر لکل عمل ثواب کندہ تھا۔ خانہ کعبہ پر اب تک غلاف پہلے غلافوں کے اوپر ہی چڑھائے جاتے تھے، انہوں نے تمام غلافوں کو اتروا دیا اور حکم دیا کہ جب نیا غلاف چڑھایا جائے تو پرانا غلاف اتار لیا جائے۔ اسلام میں سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نے پہرہ دار اور دربان مقرر کیے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے محکمہ ڈاک

ایک خدشہ کا جواب:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تذکرہ ختم کرنے سے پیشتر ایک خدشہ کا جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے تربیت کردہ، اہل بیت میں شامل، نبی ﷺ کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے اور نبی رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے کاتب وحی، دوست، نبی رضی اللہ عنہ کے سالے یعنی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی اور نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے۔ ان دونوں یعنی علی و معاویہ رضی اللہ عنہما میں مخالفت اور لڑائی کیوں ہوئی، پھر عمرو بن العاص، طلحہ، زبیر، عائشہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک معقول تعداد نے ان آپس کی مخالفتوں اور لڑائی جھگڑوں میں کیوں حصہ لیا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان مشاجرات اور آج کل کے دنیا داروں کی لڑائیوں میں بہ ظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ پس کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ ان لوگوں پر صحبت نبوی ﷺ کا وہ اثر نہیں ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ اس خدشہ کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک صحابی یقیناً نجم ہدایت ہے اور اس بزرگ و برتر پاک جماعت پر صحبت نبوی ﷺ کا بے شبہ و ریب وہی اثر ہوا ہے جو ہونا چاہیے تھا۔ ہماری کوتاہ فہمی اور تنگ نظری ہے کہ ہمارے قلوب اس قسم کے شکوک و شبہات کا مقام و مسکن بن جاتے ہیں۔

سنو اور غور سے سنو کہ نبی اکرم ﷺ جو شریعت لے کر آئے، اس میں نوع انسان کی بہبود و فلاح کے جمیع اصول اتم و اکمل طور پر موجود ہیں۔ نبی ﷺ نے اس کامل و مکمل شریعت کی تعلیم و تبلیغ کا فرض پورے طور پر انجام دیا۔ اس شریعت کے بعد اب قیامت تک کوئی دوسری شریعت نازل ہونے والی نہیں جب کہ اس شریعت کا دامن قیامت کے دامن سے ملا ہوا ہے اور نوع انسان کو اپنی سعادت اور صلاح و فلاح تک پہنچنے کے لیے اسی شریعت کی احتیاج ہے۔ تو اس جیسا عظیم الشان سامان اور بندوبست بھی ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ نوع انسان کی تسکین کی خاطر اور اطمینان قلب کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا کہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ پس معلوم ہوا کہ اس شریعت کی حفاظت کے سامان اللہ تعالیٰ خود ہی حسب ضرورت پیدا کرتا رہے گا اور اس ساڑھے تیرہ سو سال کے عرصہ میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت حقہ کی حفاظت کے سامان خود ہی پیدا کیے ہیں۔ جس طرح ہم نے رحم مادر میں اپنی حفاظت کے سامان خود ہی تجویز

اور فراہم نہیں کیے تھے، جس طرح اپنی کھیتوں کو سرسبز رکھنے کے لیے سمندر سے بخارات اٹھانے، بادل بنانے، ہوائیں چلانے اور مینہ برسانے کا مشورہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیا تھا، اسی طرح ہمارا کیا حق ہے کہ ہم اسلامی شریعت کی حفاظت کے سامان اور طریقے خود تجویز کریں اور اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے کی جرأت کریں کہ وہ فلاں طریقہ استعمال کرے اور فلاں سامان کو کام میں نہ لائے۔

ہمارا تو جی چاہتا ہے کہ آسمان سے کچی پکائی روٹیاں برس جایا کریں اور سالن کی کچی پکائی دیگیچیاں زمین سے خود بہ خود اہل پڑا کریں، لیکن اللہ تعالیٰ ہماری اس خواہش کا پابند و ماتحت نہیں بن سکتا۔ اس نے تہازت آفتاب سے سمندروں کے پانی کو بھاپ بنایا، کرہ ہوائی کی بلندیوں نے بادلوں کو اپنے کاندھوں پر اٹھایا، ہواؤں نے چل کر ان بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا اور طبقات ہوا کی حرارت و برودت نے تغیرات پیدا کر کے بادلوں کو برسایا۔ کاشت کاروں نے زمین کو اپنے بیلوں اور آلات کشاوری کے ذریعہ سے نرم کیا، بیج بکھیرا، بادلوں سے بارش ہوئی، درخت اگے، ان کی حفاظت کی گئی، پک جانے کے بعد کھیتی کاٹی گئی، غلہ اور بھس الگ کیا گیا، غلہ کو چکی میں پیس کر آٹا تیار ہوا، پھر اس کو گوندھا گیا، پھر خاص صنعت کے ذریعہ سے روٹی پک کر تیار ہوئی۔ غور کرو اور سوچو کہ ایک روٹی کو مہیا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر طویل و پیچیدہ کاموں کا سلسلہ فرمایا ہے۔

مگر یہ ہماری حماقت اور کج فہمی ہوگی اگر ہم اللہ تعالیٰ کو لازم ٹھہرائیں اور اپنے مجوزہ اختصار کو ترجیح دیں۔ اللہ تعالیٰ کے کاموں کو طوالت پسندی سے متہم کرنا حقیقتاً ہماری ناپہنائی اور بے بصیرتی ہے کیونکہ وہ لا تعداد حکمتیں جو اس سلسلہ کار اور پیچیدہ راہ عمل میں مضمر ہیں، ہماری چشم کوتاہ و فہم نا تمام سے اوجھل ہیں۔

اس تمہید کو ذہن میں رکھ کر سوچو گے تو یقیناً تسلیم کر لو گے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات و حقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سامان تھا حفاظت شریعت کا اور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ اختلاف امتی رحمۃ^① ایک باب تھا، حق و حکمت کا لیکن ہم نالائقوں نے رحمت کو اپنے لیے زحمت بنا لیا اور بجائے اس کے کہ بصیرت اندوز و عبرت آموز ہوتے، گمراہی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

① یہ روایت موضوع یعنی جھوٹی ہے۔ ملاحظہ ہو: احادیث ضعیفہ کا مجموعہ، الشیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ.....

تمام اختلافات ان کے اجتہادات پر مبنی تھے۔^① ان میں سے اگر کسی سے غلطی بھی ہوتی تو وہ اجتہادی غلطی تھی۔ نیت اور ارادے پر مبنی نہ تھی۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو دیدہ و دانستہ شریعت اسلام اور احکام الہی و ارشادات نبوی ﷺ کی مخالفت پر آمادہ ہو سکتا۔

علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا، اپنے نزدیک حق سمجھ کر کیا۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو کچھ کرتے تھے، اپنے آپ کو حق و راستی پر سمجھ کر کرتے تھے۔ یہی حالت دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی۔ جس نے جس کو حق سمجھا، وہ اسی کا طرفدار و حامی بن گیا اور یہ سب کچھ منشاء الہی کے ماتحت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اندرونی جھگڑے پیدا کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو تو ان کاموں میں مصروف کر دیا اور دوسری جماعت نے ان آپس کے تنازعات سے بددل ہو کر حکومت و سلطنت کے کاموں سے بالکل بے تعلقی اختیار کر کے تنہائی و گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جب تک یہ اندرونی اختلافات پیدا نہیں ہوئے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمام تر کوشش و ہمت کفار کا مقابلہ کرنے اور جنگ و پیکار کے میدانوں میں کامیابی حاصل کرنے میں صرف ہوتی تھی۔ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافتوں کا تمام زمانہ ایسی معرکہ آرائیوں اور جنگ آزمائیوں سے پر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تمام طبقات کی نگاہیں میدان کارزار اور ملکی فتوحات کی طرف لگی رہتی تھیں۔ ان دونوں متبرک خلافتوں کے زمانہ میں بھی اگرچہ جمع قرآن کا کام انجام دیا گیا جو اسی ابتدائی زمانہ میں ہونا چاہیے تھا لیکن یہ ممکن نہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کوئی معقول تعداد اور بزرگ جماعت یک سو ہو کر اور فارغ بیٹھ کر اپنی تمام تر توجہ اور پوری مفاہم دینی مسائل کی ترتیب و تنظیم اور احادیث نبوی ﷺ کی حفاظت و تبلیغ میں صرف کر سکے۔

مدینہ منورہ ایک ایسا فوجی کیمپ بنا ہوا تھا جس کے حاکم نشین خیمہ میں گویا میدان جنگ کے نقشے ہر وقت کھلے رہتے اور بڑے بڑے مدبر جنگی پالیسی متعین کرنے اور سرداران لشکر کی نقل و حرکت کے

① و ② مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی لڑائیوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ جو واقعات بھی ہوئے، ان میں منافقین اور سہائی گروہ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تو از روئے قرآن باہم بہت شفیق اور رحیم تھے اور صرف کفار کے لیے سخت تھے۔ اسلام دشمنوں چاہے وہ غیر مسلم ہوں یا منافقین اور سہائی لوگ، انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان لڑائیاں کروانے کے لیے بہت سازشیں کیں اور فتنے پھیلانے۔ رہا فاضل مصنف کا یہ کہنا کہ یہ جھگڑے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے تھے، یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ تو جھگڑوں کو ناپسند فرماتا ہے اور ان سے منع کرتا ہے۔ وہ آخر کس طرح جھگڑوں کا حکم دے سکتا ہے! ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتے ہیں کہ ایسے خیالات کو اپنے دل میں جگہ دیں۔

پروگرام تیار کرنے میں مصروف نظر آتے تھے۔ جوں جوں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا تھا، یہ جنگی مصروفیت بڑھتی جاتی تھی اور وہ لوگ جو ایک استاد کی حیثیت سے درس شریعت دیتے اور نکات حکمت سمجھاتے، تلواروں کے گھاٹ اور تیروں کی انی درست کرنے میں مصروف اور نیزوں کی انی کے مقابلے میں اپنے سینوں کو سپر بنانے میں زیادہ مشغول ہوتے جاتے تھے۔ اس زمانے کی دنیا میں اسلام کو قائم رکھنے اور مسلمانوں کو بے خوف بنانے کے لیے اس جنگی مظاہرہ کی بھی بے حد ضرورت تھی۔ خلافت عثمانیہ میں وہ مطلوبہ حالت پیدا ہو گئی اور اسلام تمام دنیا میں ایک غالب مذہب اور زبردست طاقت تسلیم کر لیا گیا۔ اب اس امر کی ضرورت تھی کہ اسلام کا مکمل نظام اور شریعت کے تمام پہلو محفوظ و مامون ہو جائیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محترم جماعت کو موقع و فراغت میسر ہو کہ وہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے تابعین کی ایک ایسی جماعت تیار کر سکیں جو ان کے بعد اوروں کو تعلیم دے سکے اور یہ سلسلہ آئندہ جاری رہ کر اسلام کی حفاظت کا موجب ہو۔ پس اللہ بزرگ و برتر نے اپنی قدرت کا ملہ سے عبداللہ بن سبا اور اس کے متبع یعنی مسلم نما یہودیوں کی ایک جماعت پیدا کر کے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت، جنگ جمل اور جنگ صفین کے سامان یکے بعد دیگرے مہیا کر دیے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے صحابی جو میدان جنگ میں رستم و اسفندیار کے کارناموں کو حقیر ثابت کر رہے تھے، اپنی اپنی کمانون اور تلواروں کو توڑ کر گھروں میں آ بیٹھے اور سپہ سالاری کے کام سے جدا ہو کر معلمی کے کام میں مصروف ہو گئے۔

گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فاتح ایمان جن کی سپہ سالاری میں جنگ قادسیہ کا خون ریز میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا تھا، ان اندرونی اختلافات کے وقت گوشہ نشینی و گمنامی کی زندگی اپنے لیے پسند کر کے اونٹوں، بکریوں کے ریوڑ کی نگہداشت میں مصروف ہو گئے تھے۔ یہی حالت اور بھی بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تھی۔ فتوحات کا سلسلہ رکنے اور اندرونی مخالفتیں برپا ہونے کے بعد بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم شمشیر و تیر کے استعمال کو برا سمجھنے لگے۔ حالانکہ اور کوئی صورت ایسی ممکن ہی نہ تھی کہ ان کو میدان جنگ کی صف اول سے ہٹا کر پیچھے لایا جاسکتا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہ شخص تھے جن کو خلیفہ وقت تسلیم کرنے کے لیے تمام عالم اسلام متفق اور ہم آہنگ ہو سکتا تھا لیکن ان اندرونی جھگڑوں نے ان کو بالکل گوشہ گزین اور زاویہ نشین بنا دیا تھا۔ اس کتاب میں جن لوگوں کے نام اب تک تم بار بار پڑھ چکے ہو، ان میں زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو کسی

نہ کسی حیثیت سے اندرونی اختلافات میں شریک تھے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی بھی تھی جنہوں نے ان جھگڑوں میں کوئی حصہ نہیں لیا اور اسی لیے ان کا نام ان واقعات میں نہیں لیا جاسکتا۔ اس عظیم الشان جماعت نے ان اختلافات کے زمانے میں ان لوگوں کو جواب و محبت کے جذبات لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، شریعت اسلام کی حقیقت سمجھائی اور سیرت نبوی ﷺ سے ان کو آگاہ کیا۔ ان میں سے ہر ایک شخص ایک مدرس اور لوگوں کو حقیقت شرع سمجھانے میں مصروف تھا۔

مدینہ منورہ مہاجرین و انصار کا گہوارہ اور اس کے بعد خانہ کعبہ کی وجہ سے مکہ مکرمہ دوسرا مرکز اسلام تھا۔ جب تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم و تدریس کی فرصت میسر نہ تھی، مدینہ منورہ دار الخلافہ رہا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تعلیم اسلام کا کام لینا چاہا تو مدینہ منورہ سے مرکز خلافت بنادیا اور وہ مدینہ جو کچھ دنوں پہلے جنگی طاقت کا مرکز اور فوجی کیمپ بنا ہوا تھا، ایک دارالعلوم کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ حدیث اور تفسیر کی کتابوں کو تحقیق و تدقیق کی نگاہ سے دیکھو تو یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ حدیث اور تفسیر کا تمام تر مواد صرف اسی زمانے کا رہن منت ہے جس زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مشاجرات برپا تھے۔

اگر یہ مشاجرات برپا نہ ہوتے، اگر امیر معاویہ اور علی رضی اللہ عنہ کی معرکہ آرائیاں نہ ہوتیں تو ہم آج شریعت اسلام کے ایک بڑے اور ضروری حصے سے محروم و تہی دست ہوتے۔^① مگر یہ کیوں ہونے لگا تھا۔ اللہ تعالیٰ خود اس دین کا محافظ و نگہبان ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کے سامان پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے وہ سامان یعنی علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں اختلاف پیدا کیا۔ اب اسی مذکورہ مدعا کے ایک دوسرے پہلو پر نظر کرو۔ ہر ایک حکومت، ہر ایک سلطنت اور ہر ایک نظام تمدن کے لیے جس قسم کی رکاوٹیں، دقتیں اور پیچیدگیاں پیدا ہونی ممکن ہیں اور آج تک دنیا میں دیکھی گئی ہیں، ان سب کے نمونے امیر معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کے مشاجرات میں موجود ہیں۔ ان مشکلات کے پیدا ہونے پر عام طور پر حکمرانوں، حکمران خاندانوں اور بادشاہوں نے آج تک جن اخلاق اور جن کوششوں کا اظہار کیا ہے، ان سب سے بہتر اور قابل تحسین طرز عمل وہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسی حالتوں

① اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ مشاجرات بہتر تھیں اور ان کا ہونا مفید ثابت ہوا۔ قبل ازیں یہ تحریر ہو چکا ہے کہ مشاجرات صحابہ کے ضمن میں منافقین اور سہائی گروہ کی بہت سی سازشیں تھیں، انہوں نے فتنوں کو ہوا دی۔

میں ظاہر کیا۔ سلطنتوں کے بننے اور بگڑنے، قوموں کے گرنے اور ابھرنے، خاندانوں کے ناکام رہنے اور بامراد ہونے کے واقعات سے اس دنیا کی تمام تاریخ لبریز ہے۔ چالاکوں، ریشہ دوانیوں اور فریب کاریوں کے واقعات سے کوئی زمانہ اور کوئی عہد حکومت خالی نظر نہیں آتا۔ ان سب چیزوں کے متعلق ہم جب تلاش کرتے ہیں تو علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی مخالفتوں کی روداد ہمارے سامنے یکجا سب کے نمونے پیش کر دیتی ہے اور ہم اپنے لیے بہترین طرز کار اور اعلیٰ ترین راہ عمل تجویز کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ یہ ہماری نایمانی اور بد نصیبی ہے کہ ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اجتہادی مخالفتوں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مشاجرات کو بجائے اس کے کہ اپنے لیے موجب عبرت و بصیرت اور باعث خیر و نافع بناتے، اپنی نا اتفاقی و درندگی اور اپنی فلاکت و کبت کا سامان بنالیا۔

ہرچہ گیرد علتی علت شود
آنچہ گیرد کالے ملت شود

مندرجہ بالا سطور کی نسبت شاید اعتراض کیا جائے کہ تاریخ نویسی کی حدود سے باہر قدم رکھا گیا ہے لیکن میں پہلے ہی اقرار کر چکا ہوں کہ میں لاندہب مورخ بن کر اس کتاب کو نہیں لکھ رہا۔ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں ہی کے مطالعہ کی غرض سے میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا ہے۔ لہذا اس اظہار خیال سے کوئی چیز مجھ کو روک نہیں سکتی تھی۔

اب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات ختم کرنے سے پیشتر ان الفاظ کا نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو سید امیر علی سابق حج ہائی کورٹ کلکتہ نے جن کو شیعہ اور معتزلی کہا جاتا ہے، اپنی کتاب ”تاریخ اسلام“ میں مسعودی کے حوالے سے درج کیے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روزانہ نماز فجر کے بعد مقامی فوج واریا کپتان پولیس کی رپورٹ سنتے۔ اس کے بعد وزراء اور مشیران و مصاحبین خاص، امور سلطنت اور مہمات ملکی سرانجام دہی کے لیے حاضر ہوتے۔ اسی مجلس میں پیش کاروبار اور محکمہ جات کے ناظم صوبہ جات سے آئی ہوئی رپورٹیں اور تحریریں سناتے۔ ظہر کے وقت نماز ظہر کی امامت کے لیے وہ محل سے باہر نکل جاتے اور نماز پڑھا کر مسجد ہی میں بیٹھ جاتے۔ وہاں لوگوں کی زبانی فریادیں سنتے، عرضیاں لیتے۔ اس کے بعد محل میں واپس آ کر رئیسوں کو شرف ملاقات بخشتے، پھر دوپہر کا کھانا کھاتے اور تھوڑی دیر قیلولہ کرتے، نماز عصر سے فارغ ہو کر وزیروں، مصاحبوں اور مشیروں سے ملاقات کرتے۔ شام کے وقت سب کے ساتھ دربار میں کھانا

کھاتے اور ایک مرتبہ لوگوں کو ملاقات کا موقع دے کر آج کا کام ختم کر دیتے۔

بحیثیت مجموعی امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے عہد میں سلطنت کے اندر اور باہر فتوحات کا سلسلہ قائم رہا۔ عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کا قول ہے کہ میں نے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر مستقل مزاج و بردبار شخص نہیں دیکھا۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ میں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی مجلس میں موجود تھا اور وہ مسند پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ان کے پاس تحریری رپورٹ پہنچی کہ قیصر روم اپنی فوج کے ساتھ حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اس کاغذ کو پڑھ کر میری طرف ڈال دیا۔ میں نے پڑھا اور منتظر رہا کہ دیکھوں اب یہ کیا کہتے ہیں؟ مگر وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر میں ایک اور تحریر پہنچی کہ ناکل بن قیس جو خوارج کا ایک سردار ہے، اس نے ایک جمیعت فراہم کر لی ہے اور فلسطین پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اس تحریر کو بھی پڑھ کر میری طرف پھینک دیا اور کچھ نہ کہا۔ میں اس تحریر کو پڑھ کر اور بھی زیادہ منتظر ہوا کہ اب یہ کیا کہتے ہیں؟ مگر وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور ان کے چہرہ سے کوئی تغیر محسوس نہ ہوا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک تیسرا خط پہنچا کہ موصل کے جیل خانہ کو توڑ کر خوارج قیدی فرار ہو گئے اور موصل کے قریب ان کا اجتماع ہو رہا ہے۔ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے یہ تحریر بھی پڑھ کر میری طرف پھینک دی اور اسی طرح تکیہ لگائے بیٹھے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک اور خط پہنچا کہ علی (رضی اللہ عنہ) ایک بڑی فوج کے ساتھ شام پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اس خط کو بھی پڑھ کر میری طرف پھینک دیا اور اسی طرح بیٹھے رہے۔

مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے کہا کہ چار طرف سے غم کی خبریں آئی ہیں، اب آپ کیا کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ قیصر اگرچہ بڑی فوج رکھتا ہے لیکن وہ مجھ سے صلح کر کے واپس چلا جائے گا۔ ناکل بن قیس اپنے مذہب اور عقیدہ کی وجہ سے جنگ کرتا ہے۔ وہ جس ایک شہر پر قابض ہو گیا ہے، چاہتا ہے کہ اس کو اپنے قبضے میں رکھے۔ میں اس کو چھوڑ دوں گا تا کہ وہ اسی میں مشغول رہے۔ وہ خوارج جو جیل خانہ توڑ کر بھاگ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے قید خانے سے کہاں بھاگ کر جائیں گے لیکن علی (رضی اللہ عنہ) کے معاملہ میں ہم کو سوچنے اور تدبیر کرنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح ان سے خون عثمان (رضی اللہ عنہ) کا بدلہ لیا جائے۔ اس کے بعد وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اسی وقت ہر ایک معاملہ کے متعلق بندوبست کر کے احکام جاری کر دیے اور پھر بہ دستور سابق تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔^①

① اس واقعہ کا نفس مضمون ہی بتا رہا ہے کہ یہ جھوٹا واقعہ ہے، یعنی امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) قیصر روم اور خوارج کے حملہ آور ہونے کی رپورٹیں سن کر تو آرام سے بیٹھے رہے لیکن علی (رضی اللہ عنہ) کی خبر سن کر مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شان و شکوہ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ جس طرح ایران میں کسریٰ اور روم میں قیصر ہے، اسی طرح عرب میں معاویہ ہے۔^①

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حکومت کا سلسلہ اب ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سب سے آخری حکومت و سلطنت ہوگی جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آنے والا ہے۔